Al-Asr International Research
Journal of Islamic Studies
Vol 6 Issue 8 | August 2026

ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)

Published:
August 31, 2026

The Juristic Methodology in the Discussion on Act of Worship in Mir'at al-Manajih: An Analytical Study

مرآۃالمناجیح کے مباحثِ عبادات کا فقہی منہج: ایک تجزیاتی مطالعہ

Hafiz Ahmad Raza
Ph.D Scholar, Department of Islamic Studies
The Imperial College of Business Studies, Lahore
Email: sahibzadaahmad1133@gmail.com

Dr. Javed Iqbal
Assistant Professor, The Imperial College of Business Studies, Lahore

Abstract

Mirʾāt al-Manājīḥ, Mufti Ahmad Yar Khan Naeemi's Urdu commentary on Mishkāt al-Maṣābīḥ, has been read widely in South Asia for decades by students, teachers and ordinary readers alike. Its popularity rests partly on its accessible language, but also on the way it links ḥadīth to practical legal questions. Even so, the juristic reasoning behind the commentary has received limited scholarly attention. Most discussions of the work describe its content rather than asking how its author reaches and justifies legal conclusions. This article addresses that gap by examining Naeemi's method of legal reasoning in the sections on acts of worship (ʿibādāt). It focuses on ritual purification, prayer, fasting, zakāt, Ḥajj and ʿUmrah, since these areas contain some of the most frequently debated issues among the Sunni schools. The study follows a qualitative, descriptive-analytical approach. Selected discussions are read closely to identify which sources Naeemi cites, how he ranks them, and how he responds when the evidence or the schools point in different directions. The analysis shows that Naeemi builds his arguments on the Qur'an, the Sunnah, reports of the Companions (āthār), consensus (ijmāʿ) and the opinions of earlier jurists. He records the opinions of other leading jurists and generally presents them fairly before explaining why he prefers the Ḥanafī reading. This pattern holds across all six areas examined, which suggests a deliberate method rather than case-by-case choice. The article concludes that the methodology of Mirʾāt al-Manājīḥ is text-centred, juristic and doctrinally committed. It isn't a neutral survey of opinions, but neither is it a narrow polemic. Instead, it shows how the Qur'an, Sunnah, transmitted reports and juristic ijtihād can be brought together to explain and defend ritual practice for a general Urdu readership. The findings add to the study of Ḥanafī

CC BY

ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
August 31, 2026

ḥadīth commentary in the subcontinent and offer a basis for comparing Naeemi's approach with that of other South Asian commentators on Mishkāt.

Keywords: Mirʾāt Al-Manājīḥ; Ahmad Yar Khan Naeemi; Juristic Methodology; ʿIbādāt; Ḥanafī Fiqh; Ḥadīth Commentary

تعارف

مرآۃ المناجیح کے مصنف مفتی احمد یار خان نعیمیؒ کو اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کی خدمت واشاعت کے لیے چن رکھا تھا۔ آپ مایہ ناز، مفسر، مفکر، محدث، مصنف، فقیہ اور مفتی تھے۔ آپ یکم مارچ 1894ء کو بدایوں میں پیدا ہوئے۔ منظور خان نام رکھا گیا مگر بعد میں احمد یار خان نعیمیؒ سے مشہور ہوئے۔ آپ نے جامعہ شمس العلوم، جامعہ اسلامیہ، جامعہ نعیمیہ اور میرٹھ میں تعلیم حاصل کی۔ آپ کو علم حاصل کرنے کا بے حد شوق تھا تفسیر نعیمی پڑھنے سے آپ کے علمی تبحر اور کمالات کا پتہ چلتا ہے۔ آپ نے ایک جملے کی کئی کئی تفسیریں کی ہیں۔ قرآنِ مجید کی آیات سے آپ نے کئی فقہی مسائل اخذ کیے چونکہ حدیث سے استدلال کے لیے فقہی قواعد کی ضرورت ہوتی ہے تو مرآۃ المناجیح میں فقہی احکام کی تفصیل کے لیے آپ کتبِ حنفیہ پر بھروسہ کیا۔ آپ نے ہدایہ، فتح القدیر، درمختار، درالمختار شامی، مختصر قدوری، نورالانوار، فقہ اور اصولِ فقہ جیسی کتب کی مدد سے عبادات، معاملات اور دیگر مسائل کو بڑی وضاحت کے ساتھ بیان کیا۔ جس سے آپ کے علمی مرتبہ ومقام کے ساتھ ساتھ آپ کی فقاہت کا ثبوت ملتا ہے۔ تحریکِ پاکستان کے حامی جید علماء نے آپ کو حکیم الامت کا لقب دیا۔

آپ نے علوم ومعارف کے گوہر لٹاتے 3 رمضان المبارک 1971ء کو اس جہانِ فانی سے عالمِ جاودانی کی طرف رختِ سفر باندھا۔

مسائل طہارت میں فقہی استدلال

پانی

مفتی احمد یار خان نعیمی نے پانی کی طہارت کے مسئلے کو قرآنِ کریم کی روشنی میں بیان کیا ہے۔ اس سلسلے میں آپ نے درج ذیل قرآنی آیت سے استدلال کیا ہے:

"وَأَنزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً طَهُورًا"[1]

ترجمہ: ''اور ہم نے آسمان سے پاک کرنے والا پانی اتارا۔''

اس مسئلے کو حدیثِ نبوی کی روشنی میں واضح کرتے ہوئے مفتی صاحب لکھتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے سمندر کے پانی کے متعلق ارشاد فرمایا:

''اس کا پانی پاک کرنے والا اور اس کا مردار حلال ہے۔''[2]

[1] الفرقان 48:25

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 6 Issue 8 | August 2026
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published: August 31, 2026

مفتی صاحب اس مسئلے میں فقہائے امت کا مؤقف بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ فقہائے احناف کے نزدیک سمندر کے پانی کی نمکینی اس کی طبعی اور اصلی صفت ہے؛ لہٰذا محض نمکین ہونے کی وجہ سے اس کے پاک اور پاک کرنے والے ہونے کا حکم ختم نہیں ہوگا۔ چنانچہ سمندر کا پانی بذاتِ خود پاک بھی ہے اور پاک کرنے والا بھی۔[3]

اس طرح مفتی صاحب نے پانی کی طہارت کے مسئلے کو واضح کرنے کے لیے فقہی منہج استدلال کہ استعمال کرتے ہوئے قرآنِ کریم، حدیثِ نبوی اور فقہائے امت کے اقوال کو بنیاد بنایا۔[4]

استنجاء

مفتی احمد یار خان نعیمی نے استنجاء کے مسئلے کو حدیثِ نبوی اور فقہائے امت کے اقوال کی روشنی میں بیان کیا ہے۔ آپ لکھتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اس بات سے منع فرمایا کہ قضائے حاجت کے وقت قبلے کی طرف منہ یا پشت کی جائے، دائیں ہاتھ سے استنجاء کیا جائے، تین پتھروں سے کم کے ساتھ استنجاء کیا جائے یا گوبر اور ہڈی کو استنجاء کے لیے استعمال کیا جائے۔[5]

اس مسئلے کی مزید وضاحت اور تائید کے لیے مفتی صاحب فقہائے امت کے اقوال نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ فقہائے احناف کے نزدیک استنجاء میں اصل اعتبار نجاست کے ازالے اور مقام کے پاک ہو جانے کا ہے۔ اگر تین سے کم یا زیادہ ڈھیلوں سے نجاست دور ہو جائے تو استنجاء درست ہو جاتا ہے، البتہ طاق عدد کا لحاظ رکھنا مستحب ہے۔ اس کے برعکس امام شافعی کے نزدیک تین پتھروں کا استعمال ضروری ہے۔[6]

اس طرح مفتی صاحب نے استنجاء کے احکام کے اثبات و توضیح کے لیے فقہی منہج استدلال کہ استعمال کرتے ہوئے حدیثِ نبوی اور فقہائے امت کے اقوال کو بنیاد کے طور پر اختیار کیا ہے۔[7]

[2] ترمذی: ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ: ترمذی السنن: باب الطہارت، باب فی ماء البحرانہ طھور (65)107/1
[3] المرغینانی: برہان الدین علی بن ابی بکر: الھدایہ: مکتبہ بشریٰ: کراچی: 1356ھ: ج،1: ص،20،19
[4] مرآۃ المناجیح: ج،1: ص،320،319
[5] ترمذی: باب الااستنجاء بالحجاراۃ (14)85/1
[6] شامی: علامہ ابن عابدین: ردالمختار: دارلفکر بیروت: ج،1: ص،315/312
[7] مرآۃ المناجیح: ج،1: ص،25

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 6 Issue 8 | August 2026
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published: August 31, 2026

موزوں پر مسح

مفتی احمد یار خان نعیمی نے موزوں پر مسح کے مسئلے کو قرآنِ کریم، حدیثِ نبوی، آثارِ صحابہ اور فقہائے امت کے اقوال کی روشنی میں بیان کیا ہے۔اس سلسلے میں آپ درج ذیل قرآنی آیت پیش کرتے ہیں:

"وَأَرْجُلَكُمْ إِلَى الْكَعْبَيْنِ"[8]

ترجمہ: "اور اپنے پاؤں ٹخنوں تک دھوؤ۔"

اس آیت میں وضو کے دوران پاؤں دھونے کا اصل حکم بیان ہوا ہے، جب کہ شرعی موزے پہنے ہونے کی صورت میں ان پر مسح کرنے کی اجازت سنتِ نبوی سے ثابت ہے۔

اس مسئلے میں حدیث اور آثارِ صحابہ کو بطور استدلال کرتے ہوئے مفتی صاحب حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول نقل کرتے ہیں:

"اگر دین کا مدار محض رائے پر ہوتا تو موزوں کے نچلے حصے پر مسح کرنا اوپر کے حصے پر مسح کرنے سے زیادہ مناسب ہوتا، لیکن میں نے رسول اللہ ﷺ کو موزوں کے اوپر والے حصے پر مسح کرتے ہوئے دیکھا ہے۔"

اس مسئلے کی مزید تائید کے لیے مفتی صاحب فقہائے امت کا مؤقف بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ کے نزدیک موزوں کے صرف اوپر والے حصے پر مسح کیا جائے گا، تلوے پر مسح نہیں کیا جائے گا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قول کا مفہوم یہ ہے کہ ظاہری عقل کا تقاضا تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ موزے کے نچلے حصے پر مسح کیا جائے، کیونکہ وہ زمین اور گندگی کے زیادہ قریب ہوتا ہے، لیکن شریعت کے احکام محض انسانی رائے پر قائم نہیں ہوتے، بلکہ ان کی بنیاد نصوصِ شرعیہ پر ہوتی ہے۔[9]

اسی طرح امام اعظم ابو حنیفہ سے منقول ہے کہ اگر دین کا مدار محض رائے پر ہوتا تو پیشاب کی وجہ سے غسل اور منی کے خروج کی وجہ سے صرف وضو واجب ہونا چاہیے تھا؛ کیونکہ پیشاب بالاتفاق نجس ہے، جب کہ منی کو بعض فقہاء پاک قرار دیتے ہیں۔ تاہم شریعت کے احکام انسانی قیاس کے بجائے نصوص اور دلائلِ شرعیہ سے متعین ہوتے ہیں۔[10]

[8] المائدہ: 5،6

[9] دارمی: ابو عبد اللہ عبد الرحمن: سنن الدارمی: کتاب الطہارۃ باب المسح علی الخفین: (742)1/557

[10] الہدایہ: ج: 1، ص: 72،71

OPEN ACCESS
CC BY

اس طرح مفتی صاحب نے فقہی منہج استدلال کرتے ہوئے موزوں پر مسح کے مسئلے کے اثبات کے لیے قرآنِ کریم، حدیثِ نبوی، آثارِ صحابہ اور فقہائے امت کے اقوال کو بنیاد قرار دیا ہے۔[11]

نواقضِ وضو

وضو کو توڑنے والی چیزوں میں لمسِ عورت ایک اہم فقہی مسئلہ ہے، جس میں ائمۂ فقہ کے مابین اختلاف پایا جاتا ہے۔ مفتی احمد یار خان نعیمی نے اس مسئلے کو قرآنِ کریم، حدیثِ نبوی اور ائمۂ فقہ کے استدلال کی روشنی میں بیان کیا ہے۔

اس سلسلے میں آپ سب سے پہلے قرآنِ کریم کی درج ذیل آیت سے استدلال کرتے ہیں:

"أَوْ لَامَسْتُمُ النِّسَاءَ"[12]

ترجمہ: ''یا تم نے عورتوں کو چھوا ہو۔''

اس مسئلے کی وضاحت حدیثِ نبوی کی روشنی میں کرتے ہوئے مفتی صاحب بیان کرتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ اپنی بعض ازواجِ مطہرات کا بوسہ لیتے، پھر نماز ادا فرماتے اور نیا وضو نہ کرتے تھے۔[13]

اس کے بعد مفتی صاحب ائمۂ فقہ کے اختلاف کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ امام شافعی کے نزدیک آیت میں لمس سے مراد عورت کو چھونا ہے؛ لہٰذا ان کے نزدیک اجنبی عورت کو بلا حائل چھونے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ اس کے برعکس فقہائے احناف کے نزدیک یہاں لمس سے مراد جماع اور ازدواجی تعلق ہے، جس سے غسل واجب ہو جاتا ہے۔ لہٰذا محض عورت کو چھونے سے وضو نہیں ٹوٹتا، جب تک کوئی دوسرا ناقضِ وضو نہ پایا جائے۔[14]

اس طرح مفتی صاحب نے لمسِ عورت کے مسئلے کو واضح کرنے کے لیے قرآنِ کریم، حدیثِ نبوی اور ائمۂ فقہ کے اقوال کو استدلال کے طور پر پیش کیا ہے۔[15]

تیمم

مفتی احمد یار خان نعیمی نے تیمم کے مسئلے کو قرآنِ کریم، حدیثِ نبوی اور فقہائے امت کے اقوال کی روشنی میں بیان کیا ہے۔ تیمم کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

[11] مرآۃ المناجیح: ج:1، ص:338،339
[12] المائدہ 6:5
[13] الترمذی السنن: کتاب الطہارۃ باب ترک الوضوء من القبلۃ: (80)115/1
[14] الہدایہ شرح بدایۃ المبتدی: ج:1، ص:66،67
[15] مرآۃ المناجیح: ج:1، ص:225

CC BY

ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
August 31, 2026

" وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيثَ مِنْهُ "[16]

ترجمہ: "اور خاص ناقص کا ارادہ نہ کرو"

اس مسئلے کو حدیثِ نبوی کی روشنی میں واضح کرتے ہوئے مفتی صاحب لکھتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"پاک مٹی مسلمان کے لیے وضو کا ذریعہ ہے، اگرچہ اسے دس سال تک پانی نہ ملے۔ پھر جب پانی مل جائے تو اسے اپنے بدن پر بہائے؛ کیونکہ یہی اس کے لیے بہتر ہے۔"[17]

مفتی صاحب اس حدیث کی مزید توضیح کے لیے فقہائے امت کا قول نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ یہ حدیث امام اعظم ابو حنیفہ کے مؤقف کی قوی دلیل ہے کہ تیمم، وضو کی طرح طہارتِ معتبرہ اور کاملہ ہے۔ لٰہذا جب تک تیمم کو توڑنے والی کوئی چیز پیش نہ آئے یا پانی کے استعمال پر قدرت حاصل نہ ہو جائے، ایک تیمم سے متعدد نمازیں ادا کی جاسکتی ہیں۔

اس کے برعکس امام شافعی کے نزدیک تیمم طہارتِ ضرورت ہے؛ لٰہذا ان کے نزدیک ایک تیمم سے ایک ہی فرض نماز ادا کی جاسکتی ہے، البتہ نوافل اس کے ساتھ ادا کیے جاسکتے ہیں۔[18]

اس طرح مفتی صاحب نے تیمم کے احکام کے اثبات اور فقہی اختلاف کی وضاحت کے لیے قرآنِ کریم، حدیثِ نبوی اور فقہائے امت کے اقوال کو بطور استدلال پیش کیا ہے۔[19]

مسائل نماز میں فقہی منہج استدلال

مفتی احمد یار خان نعیمی نے نماز کی اہمیت اور اس کے ترک کے حکم کو قرآنی آیات، احادیثِ نبویہ اور فقہِ حنفی کی معتبر کتب کی روشنی میں بیان کیا ہے۔ عباداتِ الٰہی کی بنیادی اہمیت کے ضمن میں آپ درج ذیل قرآنی آیت پیش کرتے ہیں:

[16] البقرۃ:2:267
[17] نسائی: ابو عبدالرحمن احمد بن شعیب: نسائی السنن: کتاب الطہارت، باب الصلوۃ بتیمم واحد:(325)101/1
[18] ابن الہمام: کمال الدین: فتح القدیر: دار الفکر بیروت: ج،1: ص،147
[19] مرآۃ المناجیح: ج،1: ص،342

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 6 Issue 8 | August 2026
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published: August 31, 2026

"وَقَضَىٰ رَبُّكَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ"[20]

"اور تمہارے رب نے حکم فرمایا کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو۔"

اس کے بعد نماز کی اہمیت کو حدیثِ نبوی کی روشنی میں واضح کرتے ہوئے مفتی صاحب لکھتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"بندے اور کفر کے درمیان فرق نماز کا ترک کرنا ہے۔"[21]

اس مسئلے کی مزید توضیح کے لیے مفتی صاحب فقہائے امت کے مختلف اقوال نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ بعض ائمہ کے نزدیک جان بوجھ کر نماز ترک کرنا کفر ہے، جب کہ بعض فقہاء کے نزدیک تارکِ نماز کافر تو نہیں ہوتا، تاہم اسے سخت شرعی سزا دی جائے گی۔ امام اعظم ابو حنیفہؒ کے نزدیک تارکِ نماز کو تعزیراً سزا دی جائے گی اور قید رکھا جائے گا، یہاں تک کہ وہ نماز کی ادائیگی شروع کر دے۔[22]

اس طرح مفتی صاحب نے نماز کی اہمیت اور تارکِ نماز کے حکم کو واضح کرنے کے لیے فقہی منہج استدلال کو استعمال کرتے ہوئے قرآنِ کریم، حدیثِ نبوی اور فقہائے امت کے اقوال کو بنیاد کے طور پر اختیار کیا ہے۔[23]

نماز کے اوقات

مفتی احمد یار خان نعیمی نے نماز کے اوقات کے مسئلے کو حدیثِ نبوی اور فقہائے امت کے اقوال کی روشنی میں بیان کیا ہے۔ اس سلسلے میں آپ حدیثِ نبوی پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"ظہر کا وقت اس وقت شروع ہوتا ہے جب سورج ڈھل جائے اور آدمی کا سایہ اس کے قد کے برابر ہو جائے، جب تک عصر کا وقت نہ آجائے۔ عصر کا وقت اس وقت تک ہے جب تک سورج زرد نہ ہو جائے۔ مغرب کا وقت اس وقت تک ہے جب تک شفق غائب نہ ہو جائے۔ عشاء کا وقت آدھی رات تک ہے، اور صبح کی نماز کا وقت طلوعِ فجر سے طلوعِ آفتاب تک ہے۔ جب سورج طلوع ہونے لگے تو نماز سے رک جاؤ، کیونکہ سورج شیطان کے سینگوں کے درمیان طلوع ہوتا ہے۔"[24]

مفتی صاحب اس مسئلے کی مزید توضیح کے لیے فقہائے امت کے اقوال نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ امام شافعیؒ کے نزدیک ظہر کا وقت زوالِ آفتاب سے شروع ہوتا

[20] بنی اسرائیل 23:17
[21] قشیری: مسلم بن حجاج: الجامع الصحیح: کتاب الایمان، باب اسم الکفر علی من ترک الصلوۃ: (155)538/1
[22] ردالمحتار علی الدر المختار: ج،3: ص،44تا46
[23] مراۃ المناجیح: ج،1: ص،363
[24] مسلم فی الصحیح: کتاب المساجد: (1292)233/2

OPEN ACCESS
CC BY

ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
August 31, 2026

ہے اور اصلی سایے کے علاوہ ہر چیز کا سایہ ایک مثل ہونے تک باقی رہتا ہے۔ اس کے برعکس امام اعظم ابو حنیفہؒ کے نزدیک ظہر کا وقت اصلی سایے کے علاوہ دو مثل سایہ ہونے تک رہتا ہے، جس کے بعد عصر کا وقت شروع ہوتا ہے۔

نمازِ عصر کو سورج کی روشنی زرد ہونے سے پہلے ادا کر لینا چاہیے، تاہم غروبِ آفتاب تک عصر کا وقت باقی رہتا ہے۔ نمازِ مغرب کا وقت غروبِ آفتاب سے شروع ہوتا ہے اور شفق کے غائب ہونے پر ختم ہو جاتا ہے۔ امام اعظم ابو حنیفہؒ کے نزدیک شفق سے مراد وہ سفیدی ہے جو مغربی افق پر سرخی کے بعد باقی رہتی ہے، جب کہ امام ابو یوسفؒ، امام محمدؒ اور امام شافعیؒ کے نزدیک شفق سے مراد سرخی ہے۔

نمازِ عشاء کا وقت شفق کے مکمل غائب ہونے کے بعد شروع ہو کر صبح صادق تک رہتا ہے، جب کہ نمازِ فجر کا وقت صبحِ صادق کے طلوع سے شروع ہو کر طلوعِ آفتاب تک باقی رہتا ہے۔[25]

اس طرح مفتی صاحب نے نماز کے اوقات اور ان سے متعلق فقہی اختلافات کو واضح کرنے کے لیے حدیثِ نبوی اور فقہائے امت کے اقوال کو استدلال کے طور پر اختیار کیا ہے۔[26]

نمازِ وتر

مفتی احمد یار خان نعیمی نے نمازِ وتر کے مسئلے کو احادیثِ نبویہ، آثارِ صحابہ و تابعین اور فقہائے امت کے اقوال کی روشنی میں بیان کیا ہے۔ اس سلسلے میں آپ حضرت عبدالعزیز بن جریجؒ کی روایت نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ انہوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نمازِ وتر میں کون سی سورتیں تلاوت فرماتے تھے؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ آپ ﷺ پہلی رکعت میں:

"سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى"

دوسری رکعت میں:

"قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ"

اور تیسری رکعت میں:

"قُلْ هُوَ اللهُ أَحَدٌ"

[25] ردالمختار علی الدر المختار: ج: 1، ص: 358، 359

[26] مرآۃ المناجیح: ج: 1، ص: 370، 369

OPEN ACCESS

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 6 Issue 8 | August 2026
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
August 31, 2026

نیز معوذتین، یعنی سورۂ فلق اور سورۂ ناس، تلاوت فرماتے تھے۔[27]

اس مسئلے کی مزید تائید کے لیے مفتی صاحب آثارِ سلف اور فقہائے امت کے اقوال نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ امام حسن بصریؒ سے منقول ہے کہ اہلِ اسلام نمازِ وتر کو تین رکعات کے ساتھ ادا کرتے تھے۔ امام اعظم ابو حنیفہؒ کے نزدیک بھی نمازِ وتر تین رکعات اور ایک سلام کے ساتھ ادا کی جاتی ہے۔ وتر کی تیسری رکعت میں سورۂ اخلاص کی تلاوت کرنا بھی منقول ہے۔[28]

اس طرح مفتی صاحب نے نمازِ وتر کی رکعات، طریقۂ ادائیگی اور اس میں قراءت کے مسئلے کو واضح کرنے کے لیے حدیثِ نبوی، آثارِ سلف اور فقہائے امت کے اقوال کو استدلال کے طور پر اختیار کیا ہے۔[29]

نمازِ جمعہ

مفتی احمد یار خان نعیمی نے نمازِ جمعہ کے وقت اور اس کی ادائیگی کے مسئلے کو قرآنِ کریم، حدیثِ نبوی اور فقہائے امت کے اقوال کی روشنی میں بیان کیا ہے۔ اس سلسلے میں آپ درج ذیل قرآنی آیت پیش کرتے ہیں:

"فَاسْعَوْا إِلَىٰ ذِكْرِ اللَّهِ"[30]

ترجمہ: ''تو اللہ کے ذکر کی طرف متوجہ ہو جاؤ۔''

اس کے بعد حدیثِ نبوی کو بطور استدلال ذکر کرتے ہوئے مفتی صاحب حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سورج ڈھلنے کے بعد نمازِ جمعہ ادا فرماتے تھے۔[31]

اس مسئلے کی مزید تائید کے لیے مفتی صاحب فقہائے امت کے اقوال بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ امام اعظم ابو حنیفہؒ کے نزدیک زوالِ آفتاب سے پہلے نمازِ جمعہ ادا کرنا جائز نہیں؛ کیونکہ جمعہ کا وقت ظہر کے وقت کے ساتھ وابستہ ہے۔ اس کے برعکس امام احمد بن حنبلؒ سے ایک قول یہ منقول ہے کہ نمازِ جمعہ کا وقت سورج بلند ہو جانے کے بعد بھی شروع ہو سکتا ہے۔[32]

[27] ترمذی: السنن: کتاب الوتر باب ماجاء مایقراء فی الوتر: (446)285/1
[28] فتح القدیر: ج:1، ص:436تا440
[29] مرآۃ المناجیح: ج:2، ص:264، 265
[30] الجمعۃ 9:62
[31] بخاری: کتاب الجمعۃ: (904)831/2

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 6 Issue 8 | August 2026
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published: August 31, 2026

اس طرح مفتی صاحب نے نمازِ جمعہ کے وقت کے تعین کے لیے قرآنِ کریم، حدیثِ نبوی اور فقہائے امت کے اقوال کو استدلال کے طور پر پیش کیا ہے۔[33]

مسائل روزے میں فقہی استدلال

رؤیتِ ہلال

مفتی احمد یار خان نعیمی نے رؤیتِ ہلال کے مسئلے کو قرآنِ کریم، حدیثِ نبوی اور فقہائے احناف کے اقوال کی روشنی میں بیان کیا ہے۔ آپ اس مسئلے کو قرآنِ کریم کی روشنی میں واضح کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد پیش کرتے ہیں:

"وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللهَ عَلَى مَا هَدَاكُمْ"[34]

ترجمہ: ”اور اس لیے کہ تم گنتی پوری کرو اور اللہ کی بڑائی بیان کرو، اس پر کہ اس نے تمہیں ہدایت عطا فرمائی۔“

اس کے بعد مفتی صاحب حدیثِ نبوی کو بطور ماخذ پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”مہینہ انتیس راتوں کا بھی ہوتا ہے، لہٰذا تم اس وقت تک روزہ نہ رکھو جب تک چاند نہ دیکھ لو۔ پھر اگر مطلع ابر آلود ہونے کی وجہ سے چاند تم پر مشتبہ ہو جائے تو تیس دن کی گنتی پوری کر لو۔[35]“

مفتی صاحب اس مسئلے کی مزید تائید کے لیے فقہِ حنفی کی معتبر کتب سے استفادہ کرتے ہوئے فقہائے احناف کا یہ مؤقف نقل کرتے ہیں کہ اگر انتیسویں شعبان کو رمضان المبارک کا چاند نظر نہ آئے تو شعبان کے تیس دن مکمل کیے جائیں؛ کیونکہ قمری مہینہ انتیس دن سے کم اور تیس دن سے زیادہ نہیں ہوتا۔[36]

اس طرح مفتی صاحب نے رؤیتِ ہلال اور رمضان المبارک کے آغاز کے مسئلے کو واضح کرنے کے لیے قرآنِ کریم، حدیثِ نبوی اور فقہائے احناف کے اقوال کو استدلال کے طور پر اختیار کیا ہے۔[37]

[32] رد المحتار علی الدر المختار: ج، 3: ص، 5
[33] مراۃ المناجیح: ج، 2: ص، 336
[34] البقرہ 2: 185
[35] بخاری: کتاب الصوم باب وجوب صوم رمضان رویۃ الھلال: (2400)3/41
[36] رد المحتار علی الدر المختار: ج، 3: ص، 381
[37] مراۃ المناجیح: ج، 3: ص، 145

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 6 Issue 8 | August 2026
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
August 31, 2026

روزے کی حالت میں فصد یا حجامہ

مفتی احمد یار خان نعیمی نے روزے کی حالت میں فصد یا حجامہ کرانے کے مسئلے کو حدیثِ نبوی اور فقہائے امت کے اقوال کی روشنی میں بیان کیا ہے۔اس سلسلے میں آپ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"نبی کریم ﷺ نے حالتِ احرام میں بھی حجامہ کروایا اور حالتِ روزہ میں بھی حجامہ کروایا۔"[38]

مفتی صاحب اس حدیث کی وضاحت کرتے ہوئے جمہور فقہاء کا موقف نقل کرتے ہیں، جن میں امام ابو حنیفہ، امام مالک اور امام شافعی رحمہم اللہ شامل ہیں۔ان فقہاء کے نزدیک فصد یا حجامہ کرانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا،البتہ اگر اس عمل کی وجہ سے جسمانی کمزوری پیدا ہونے اور روزہ توڑنے کا اندیشہ ہو تو ایسا کرنا مکروہ ہو سکتا ہے۔ اس کے برعکس امام احمد بن حنبلؒ کے نزدیک حجامہ لگانے والے اور لگوانے والے، دونوں کا روزہ فاسد ہو جاتا ہے۔یہ اختلاف اس باب میں منقول مختلف احادیث کی تعبیر و تطبیق کی بنیاد پر ہے۔[39]

اس طرح مفتی صاحب نے روزے کی حالت میں فصد یا حجامہ کے حکم کو واضح کرنے کے لیے حدیثِ نبوی اور فقہائے امت کے اقوال استدلال کے طور پر پیش کیا ہے۔[40]

مسافر کے روزے

مفتی احمد یار خان نعیمی نے مسافر کے روزے کے مسئلے کو قرآنِ کریم، حدیثِ نبوی اور فقہائے امت کے اقوال کی روشنی میں بیان کیا ہے۔آپ اس مسئلے کو قرآنِ کریم کی روشنی میں واضح کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد پیش کرتے ہیں:

"يُرِيدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ"[41]

ترجمہ: "اللہ تمہارے لیے آسانی چاہتا ہے اور تمہارے لیے دشواری نہیں چاہتا۔"

[38] بخاری: کتاب الصوم، باب الحجامۃ والقیء للصائم: (1938) 4/441

[39] رد المحتار علی الدر المختار: ج: 3، ص: 400تا401

[40] مراۃ المناجیح: ج: 3، ص: 161

[41] البقرہ2: 182

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 6 Issue 8 | August 2026
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
August 31, 2026

اس کے بعد مفتی صاحب حدیثِ نبوی کو بطور ماخذ پیش کرتے ہوئے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت نقل کرتے ہیں کہ حضرت حمزہ بن عمرو اسلمی رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے عرض کیا کہ کیا میں سفر کے دوران روزہ رکھ سکتا ہوں؟ وہ کثرت سے روزے رکھنے والے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"اگر چاہو تو روزہ رکھو اور اگر چاہو تو روزہ نہ رکھو۔"[42]

مفتی صاحب اس مسئلے کی مزید توضیح کے لیے فقہائے امت کے اقوال نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ، امام مالک اور امام شافعی رحمہم اللہ کے نزدیک اگر سفر میں روزہ رکھنے سے غیر معمولی مشقت نہ ہو تو روزہ رکھنا بہتر ہے۔ اس کے برعکس امام احمد بن حنبلؒ کے نزدیک سفر میں رخصت پر عمل کرتے ہوئے روزہ نہ رکھنا افضل ہے۔[43]

تاہم اگر روزہ رکھنے سے مسافر کو شدید تکلیف یا نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو تو ایسی حالت میں رخصت پر عمل کرنا اور روزہ مؤخر کرنا زیادہ مناسب ہوگا۔

اس طرح مفتی صاحب نے مسافر کے روزے کے مسئلے کو واضح کرنے کے لیے قرآنِ کریم، حدیثِ نبوی اور فقہائے امت کے اقوال کو استدلال کے طور پر اختیار کیا ہے۔[44]

میت کے ذمہ رہ جانے والے روزے

مفتی احمد یار خان نعیمی نے میت کے ذمہ باقی رہ جانے والے روزوں کے مسئلے کو قرآنِ کریم، حدیثِ نبوی، آثارِ صحابہ اور فقہائے امت کے اقوال کی روشنی میں بیان کیا ہے۔ اس سلسلے میں آپ قرآنِ کریم کی درج ذیل آیت پیش کرتے ہیں:

"وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِينٍ"[45]

ترجمہ: "اور ان لوگوں پر جو دشواری کے ساتھ اس کی طاقت رکھتے ہوں، ایک مسکین کو کھانا کھلانا بطور فدیہ ہے۔"

اس مسئلے کی مزید تائید کے لیے مفتی صاحب حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی حدیث پیش کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"جو شخص اس حال میں فوت ہو جائے کہ اس کے ذمہ روزے ہوں تو اس کی طرف سے اس کا ولی روزے رکھے۔"[46]

[42] بخاری: کتاب الصوم، باب الصوم فی السفر والافطار: (1943)444/4

[43] الہدایہ شرح بدایۃ المبتدی: ج:1، ص:221

[44] مراۃ المناجیح: ج:3، ص:175

[45] البقرہ2:184

OPEN ACCESS
CC BY

مفتی صاحب اس مسئلے کی وضاحت میں فقہائے امت کے مختلف اقوال نقل کرتے ہیں۔ امام احمد بن حنبلؒ کے نزدیک میت کا ولی اس کی طرف سے روزے رکھ سکتا ہے، خصوصاً جب روزے نذر کے ہوں۔ فقہائے احناف کے نزدیک میت کی طرف سے روزے رکھنے کے بجائے، اگر میت نے وصیت کی ہو تو اس کے ترکے کے ایک تہائی حصے سے روزوں کا فدیہ ادا کیا جائے گا۔[47]

مفتی صاحب اس مؤقف کی تائید میں آثارِ صحابہ بھی پیش کرتے ہیں، جن سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم میت کی طرف سے روزے رکھنے کے بجائے اس کے روزوں کا فدیہ ادا کرنے کا فتویٰ دیتے تھے۔

اس طرح مفتی صاحب نے میت کے ذمہ رہ جانے والے روزوں کے مسئلے کی توضیح کے لیے قرآنِ کریم، حدیثِ نبوی، آثارِ صحابہ اور فقہائے امت کے اقوال کو استدلال کے طور پر اختیار کیا ہے۔[48]

مسائل ذکوۃ میں فقہی منہج کے استدلال

شہد کی زکوۃ

مفتی احمد یار خان نعیمی نے شہد کی زکوۃ کے مسئلے کو حدیثِ نبوی اور فقہائے امت کے اقوال کی روشنی میں بیان کیا ہے۔ اس سلسلے میں آپ رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد نقل کرتے ہیں:

"شہد کے ہر دس مشکیزوں میں ایک مشکیزہ زکوۃ ہے۔"[49]

مفتی صاحب اس مسئلے کی مزید توضیح کے لیے فقہائے امت کے اقوال نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ کے نزدیک شہد میں زکوۃ واجب نہیں، جب کہ امام اعظم ابو حنیفہؒ کے نزدیک مخصوص شرائط کے ساتھ شہد میں عشر واجب ہوتا ہے۔[50]

اس طرح مفتی صاحب نے شہد کی زکوۃ کے مسئلے کی وضاحت کے لیے حدیثِ نبوی اور فقہائے امت کے اقوال کو استدلال کے طور پر اختیار کیا ہے۔[51]

[46] بیہقی: کتاب الصیام، باب من مات وعلیہ صیام وصام عنہ ولیہ: 255/4(8319)
[47] رد المحتار علی الدر المختار: ج:3، ص:396تا398
[48] مرآۃ المناجیح: ج:3، ص:177
[49] طبرانی: ابو القاسم سلیمان بن احمد: طبرانی: کتاب المعجم الاوسط، باب زکاۃ العسل: 339/4(4375)
[50] الہدایہ فی شرح بدایۃ المبتدی: ج:1، ص:217

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 6 Issue 8 | August 2026
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
August 31, 2026

سونے اور چاندی کی زکوٰۃ

مفتی احمد یار خان نعیمی نے سونے اور چاندی کی زکوٰۃ کے مسئلے کو قرآنِ کریم، حدیثِ نبوی اور فقہائے امت کے اقوال کی روشنی میں بیان کیا ہے۔ اس سلسلے میں آپ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد پیش کرتے ہیں:

"وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ"[52]

ترجمہ: ''اور وہ لوگ جو سونا اور چاندی جمع کر کے رکھتے ہیں۔''

اس کے بعد مفتی صاحب حضرت زینب رضی اللہ عنہا، زوجۂ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، کی روایت نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے عورتوں سے فرمایا:

''اے عورتوں! صدقہ کیا کرو، اگرچہ اپنے زیورات ہی میں سے ہو؛ کیونکہ قیامت کے دن دوزخیوں میں تمہاری تعداد زیادہ ہوگی۔''[53]

مفتی صاحب اس مسئلے کی مزید تائید کے لیے فقہائے امت کے اقوال نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ امام اعظم ابو حنیفہؒ کے نزدیک اگر سونے یا چاندی کے استعمالی زیورات نصاب کو پہنچ جائیں اور ان پر سال گزر جائے تو ان میں زکوٰۃ واجب ہوگی۔ اس کے برعکس امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ کے نزدیک مباح استعمال کے زیورات میں زکوٰۃ واجب نہیں، البتہ ذخیرہ کیے گئے یا غیر مباح استعمال کے زیورات کا حکم اس سے مختلف ہے۔[54]

اس طرح مفتی صاحب نے سونے اور چاندی، بالخصوص استعمالی زیورات کی زکوٰۃ کے مسئلے کو واضح کرنے کے لیے قرآنِ کریم، حدیثِ نبوی اور فقہائے امت کے اقوال کو استدلال کے طور پر پیش کیا ہے۔[55]

زکوٰۃ کے مستحقین اور غیر مستحقین

مفتی احمد یار خان نعیمی نے زکوٰۃ کے مستحق اور غیر مستحق افراد کے مسئلے کو قرآنِ کریم، حدیثِ نبوی اور فقہائے امت کے اقوال کی روشنی میں بیان کیا ہے۔ اس سلسلے میں آپ قرآنِ کریم کی درج ذیل آیت پیش کرتے ہیں:

[51] مرآۃ المناجیح: ج:3، ص:38
[52] التوبۃ 9:34
[53] ترمذی: کتاب الزکوۃ، ماجاء فی زکوۃ الحلی: (439)1/358
[54] الہدایہ فی شرح بدایۃ المبتدی: ج:1، ص:201
[55] مرآۃ المناجیح: ج:3، ص:39

CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 6 Issue 8 | August 2026
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
August 31, 2026

"إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِينِ"[56]

ترجمہ: ”زکوۃ تو فقیروں اور محتاجوں ہی کے لیے ہے۔“

اس کے بعد مفتی صاحب حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”صدقہ کسی مال دار شخص کے لیے اور کسی ایسے تندرست و توانا شخص کے لیے حلال نہیں جو کمانے کی قدرت رکھتا ہو۔[57]“

مفتی صاحب اس مسئلے کی مزید توضیح کے لیے فقہائے امت کے اقوال نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ امام شافعیؒ کے نزدیک ایسا تندرست شخص، جو اپنی ضروریات کے مطابق کسبِ معاش کی قدرت رکھتا ہو، زکوۃ کا مستحق نہیں۔ اس کے برعکس فقہائے احناف کے نزدیک اصل اعتبار ملکِ نصاب کا ہے؛ لہٰذا اگر کوئی تندرست اور کمانے کی صلاحیت رکھنے والا شخص نصاب کا مالک نہ ہو اور واقعی محتاج ہو تو اسے زکوۃ دی جا سکتی ہے۔[58]

اس طرح مفتی صاحب نے زکوۃ کے مستحقین اور غیر مستحقین کے تعین کے لیے قرآنِ کریم، حدیثِ نبوی اور فقہائے امت کے اقوال کو استدلال کے طور پر اختیار کیا ہے۔[59]

صدقۂ فطر

مفتی احمد یار خان نعیمی نے صدقۂ فطر کے مسئلے کو حدیثِ نبوی، آثارِ صحابہ اور فقہِ حنفی کی معتبر کتب کی روشنی میں بیان کیا ہے۔ اس سلسلے میں آپ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت نقل کرتے ہیں کہ:

”رسول اللہ ﷺ نے صدقۂ فطر ایک صاع کھجور یا ایک صاع جو، غلام و آزاد، مرد و عورت اور چھوٹے و بڑے مسلمان پر مقرر فرمایا اور حکم دیا کہ اسے لوگوں کے نمازِ عید کے لیے نکلنے سے پہلے ادا کر دیا جائے۔"[60]

مفتی صاحب اس مسئلے کی مزید تائید کے لیے آثارِ صحابہ سے استدلال کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم عید الفطر سے ایک یا دو دن پہلے صدقۂ فطر ادا کر دیا کرتے تھے۔ تاہم عید کے دن نمازِ عید سے پہلے اس کی ادائیگی افضل ہے، تاکہ فقراء اور محتاج افراد بھی عید کی خوشیوں میں شریک ہو سکیں۔

[56] التوبۃ:60:9
[57] ترمذی: کتاب الزکاۃ:(652)35/2
[58] الھدایہ فی شرح بدایۃ المبتدی: ج:1، ص:112
الھدایہ فی شرح بدایۃ المبتدی: ج:1، ص:112
[59] مرآۃ المناجیح: ج:3، ص:51
[60] مسلم فی الصحیح: کتاب الزکاۃ:(484)68/3

CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 6 Issue 8 | August 2026
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published: August 31, 2026

فقہِ حنفی کے مطابق صدقۂ فطر ہر ایسے آزاد مسلمان پر واجب ہے جو اپنی بنیادی ضروریات اور واجب الادا قرضوں سے زائد نصاب کے بقدر مال کا مالک ہو۔ اس پر اپنی طرف سے اور اپنی نابالغ اولاد کی طرف سے صدقۂ فطر ادا کرنا لازم ہوتا ہے۔ جو شخص نصاب کا مالک نہ ہو، اس پر صدقۂ فطر واجب نہیں، اگرچہ استطاعت کی صورت میں نفلی طور پر ادا کرنا درست ہے۔[61]

اس طرح مفتی صاحب نے صدقۂ فطر کی فرضیت، مقدار اور وقتِ ادائیگی کی وضاحت کے لیے حدیثِ نبوی، آثارِ صحابہ اور فقہِ حنفی کے اقوال کو استدلال کے طور پر پیش کیا ہے۔[62]

گھوڑوں کی زکوٰۃ

مفتی احمد یار خان نعیمی نے گھوڑوں کی زکوٰۃ کے مسئلے کو حدیثِ نبوی اور فقہائے امت کے اقوال کی روشنی میں بیان کیا ہے۔ اس سلسلے میں آپ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ایک مفصل حدیث نقل کرتے ہیں، جس میں رسول اللہ ﷺ نے گھوڑوں کی تین اقسام بیان فرمائی ہیں:

"ایک شخص کے لیے گھوڑا گناہ کا ذریعہ ہے، دوسرے کے لیے پردہ اور ضرورت پوری کرنے کا وسیلہ ہے، اور تیسرے کے لیے اجر و ثواب کا باعث ہے۔"[63]

مفتی صاحب اس مسئلے کی مزید توضیح کے لیے فقہائے امت کے اقوال نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ جمہور فقہاء کے نزدیک چرنے والے گھوڑوں پر محض سائمہ ہونے کی وجہ سے زکوٰۃ واجب نہیں۔ تاہم اگر گھوڑے تجارت کی غرض سے رکھے گئے ہوں تو ان کی تجارتی قیمت پر زکوٰۃ واجب ہوگی۔

امام اعظم ابو حنیفہؒ کے نزدیک نر اور مادہ سائمہ گھوڑے، جو افزائشِ نسل کے لیے رکھے گئے ہوں، مخصوص شرائط کے ساتھ زکوٰۃ کے حکم میں آسکتے ہیں۔ البتہ امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک غیر تجارتی گھوڑوں پر زکوٰۃ واجب نہیں۔[64]

اس طرح مفتی صاحب نے گھوڑوں کی زکوٰۃ اور ان کے مختلف استعمالات کے احکام کو واضح کرنے کے لیے حدیثِ نبوی اور فقہائے امت کے اقوال کو استدلال کے طور پر اختیار کیا ہے۔[65]

[61] طحاوی: ابو جعفر احمد بن محمد: شرح معانی الآثار: دار الکتب العلمیہ بیروت: ج:2: ص،48،49
[62] مرآۃ المناجیح: ج:3: ص،43
[63] دارمی: کتاب الزکاۃ، باب زکاۃ الغنم: 1013/2(1669)
[64] الہدایہ فی شرح بدایۃ المبتدی: ج:1: ص،101
[65] مرآۃ المناجیح: ج:3: ص،26

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 6 Issue 8 | August 2026
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published: August 31, 2026

زکوۃ کی پیشگی ادائیگی

مفتی احمد یار خان نعیمی نے زکوۃ کو سال مکمل ہونے سے پہلے پیشگی ادا کرنے کے مسئلے کو حدیثِ نبوی اور فقہائے امت کے اقوال کی روشنی میں بیان کیا ہے۔اس سلسلے میں آپ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی روایت نقل کرتے ہیں کہ :

"حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے زکوۃ کے واجب ہونے کے وقت سے پہلے اسے ادا کرنے کے متعلق دریافت کیا تو رسول اللہ ﷺ نے انہیں اس کی اجازت عطا فرمادی۔"[66]

مفتی صاحب اس حدیث کی مزید تائید کے لیے فقہائے امت کے اقوال نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ امام مالکؒ کے نزدیک اصولی طور پر زکوۃ سال مکمل ہونے سے پہلے ادا نہیں کی جاسکتی، البتہ قلیل مدت پہلے ادائیگی کی بعض صورتوں کی اجازت منقول ہے۔اس کے برعکس امام اعظم ابو حنیفہؒ کے نزدیک جب مال نصاب کو پہنچ جائے تو سال مکمل ہونے سے پہلے ایک یا متعدد سالوں کی زکوۃ پیشگی ادا کی جاسکتی ہے۔[67]

تاہم اگر سال مکمل ہونے سے پہلے نصاب ختم ہو جائے یا زکوۃ واجب ہونے کی کوئی بنیادی شرط باقی نہ رہے تو پیشگی دی گئی رقم کے حکم کی تفصیل فقہی کتب میں الگ سے بیان کی گئی ہے۔

اس طرح مفتی صاحب نے زکوۃ کی پیشگی ادائیگی کے مسئلے کو واضح کرنے کے لیے حدیثِ نبوی اور فقہائے امت کے اقوال کو استدلال کے طور پر پیش کیا ہے۔[68]

مسائل حج اور عمرہ کے فقہی منہج استدلال

حج کی فرضیت میں استطاعت :

مفتی احمد یار خان نعیمی نے حج کی فرضیت کے لیے استطاعت کو بنیادی شرط قرار دیتے ہوئے اس مسئلے کو قرآنِ کریم، حدیثِ نبوی اور فقہائے امت کے اقوال کی روشنی میں بیان کیا ہے۔اس سلسلے میں آپ قرآنِ کریم کی درج ذیل آیت سے استدلال کرتے ہیں :

[66] بیہقی: کتاب الزکاۃ باب تعجیل الزکاۃ قبل محلھا:(7459)4/111
[67] فتح القدیر: ج:2، ص:221
[68] مرآۃ المناجیح: ج:3، ص:20

OPEN ACCESS

CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 6 Issue 8 | August 2026
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
August 31, 2026

"مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا"[69]

ترجمہ: ''جو اس گھر تک پہنچنے کی استطاعت رکھتا ہو۔''

اس کے بعد اس مسئلے کی توضیح میں آپ اس خاتون کی روایت نقل کرتے ہیں جس نے رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض کیا:

''یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ کا حج سے متعلق فریضہ میرے والد پر ایسی حالت میں عائد ہوا ہے کہ وہ نہایت بوڑھے ہو چکے ہیں اور سواری پر بیٹھنے کی طاقت نہیں رکھتے۔ کیا میں ان کی طرف سے حج کر سکتی ہوں؟''

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''ہاں۔[70]''

مفتی صاحب اس مسئلے کی مزید تائید کے لیے فقہائے امت کے اقوال نقل کرتے ہوئے امام شافعیؒ اور امام اعظم ابو حنیفہؒ کے مابین استطاعت اور انتہائی بڑھاپے کی حالت میں وجوبِ حج سے متعلق فقہی اختلاف بیان کرتے ہیں۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ حج کی فرضیت میں مالی استطاعت کے ساتھ جسمانی قدرت بھی بنیادی اہمیت رکھتی ہے، البتہ دائمی جسمانی عذر کی صورت میں حجِ بدل نافذ ہو جاتا ہے۔[71]

اس طرح مفتی صاحب نے حج کی فرضیت میں استطاعت کے مسئلے کو واضح کرنے کے لیے قرآنِ کریم، حدیثِ نبوی اور فقہائے امت کے اقوال کو استدلال کے طور پر اختیار کیا ہے۔[72]

احرام سے پہلے خوشبو لگانا

مفتی احمد یار خان نعیمی نے احرام باندھنے سے پہلے خوشبو لگانے کے مسئلے کو حدیثِ نبوی اور فقہائے امت کے اقوال کی روشنی میں بیان کیا ہے۔ اس سلسلے میں آپ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت نقل کرتے ہیں کہ:

''میں رسول اللہ ﷺ کے احرام باندھنے سے پہلے آپ کے لیے خوشبو لگاتی تھی اور احرام کھولنے کے وقت، بیت اللہ کا طواف کرنے سے پہلے بھی آپ کو خوشبو لگاتی تھی۔ یہ ایسی خوشبو ہوتی تھی جس میں مشک شامل ہوتا تھا۔ گویا میں اب بھی حالتِ احرام میں رسول اللہ ﷺ کی مانگ میں خوشبو کی چمک دیکھ رہی ہوں۔[73]''

[69] آل عمران 97:3
[70] بخاری: کتاب الحج، باب وجوب الحج وفضلہ: 768/3(1513)
[71] فتح القدیر: ج:3، ص:147
[72] مرآۃ المناجیح: ج:4، ص:89

OPEN ACCESS

CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 6 Issue 8 | August 2026
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
August 31, 2026

مفتی صاحب اس مسئلے کی مزید توضیح کے لیے فقہائے امت کے اقوال نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ امام اعظم ابو حنیفہؒ کے نزدیک احرام باندھنے سے پہلے لگائی گئی خوشبو کا اثر حالتِ احرام میں باقی رہنا جائز ہے، خواہ خوشبو کا محض اثر باقی ہو یا اس کا جرم بھی موجود ہو۔ اس کے برعکس امام شافعیؒ اور امام مالکؒ کے نزدیک خوشبو کا جرم باقی رہنے کی صورت میں فدیہ لازم ہو سکتا ہے۔[74]

اس طرح مفتی صاحب نے احرام سے پہلے خوشبو لگانے اور حالتِ احرام میں اس کے اثر کے باقی رہنے کے مسئلے کو واضح کرنے کے لیے حدیثِ نبوی اور فقہائے امت کے اقوال کو استدلال کے طور پر اختیار کیا ہے۔[75]

تلبیہ

مفتی احمد یار خان نعیمی نے تلبیہ اور احرام کی حالت میں بالوں کو چپکانے، یعنی تلبید، کے مسئلے کو حدیثِ نبوی اور فقہائے امت کے اقوال کی روشنی میں بیان کیا ہے۔ اس سلسلے میں آپ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت نقل کرتے ہیں کہ:

"میں نے رسول اللہ ﷺ کو اس حالت میں تلبیہ کہتے ہوئے سنا کہ آپ کے بال چپکائے ہوئے تھے۔ آپ فرماتے تھے: حاضر ہوں، اے اللہ! حاضر ہوں۔ تیرا کوئی شریک نہیں، حاضر ہوں۔ بے شک تمام تعریف، نعمت اور بادشاہی تیرے ہی لیے ہے۔ تیرا کوئی شریک نہیں۔"

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ان کلمات پر مزید اضافہ نہیں فرماتے تھے۔[76]

مفتی صاحب اس مسئلے کی مزید توضیح کے لیے فقہائے امت کے اقوال نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ امام اعظم ابو حنیفہؒ کے نزدیک حالتِ احرام میں اس انداز سے بالوں کو چپکانا کہ وہ سر ڈھانپنے کی صورت اختیار کر لیں، ممنوع ہے؛ کیونکہ یہ سر کو ڈھانپنے کے حکم میں آ سکتا ہے۔ اس کے برعکس امام شافعیؒ کے نزدیک تلبید جائز ہے۔[77]

[73] مسلم فی الصحیح: کتاب الحج، باب استحباب الطیب قبیل الاحرام فی البدن: 299/3(2735)
[74] الہدایہ فی شرح بدایۃ المبتدی: ج:1، ص:245
[75] مرآۃ المناجیح: ج:4، ص:102
[76] مسلم فی الصحیح: کتاب الحج باب التلبیۃ وصفتھا ووقتھا: 285/3(2707)
[77] طحاوی: ابو جعفر احمد بن محمد: شرح معانی الآثار: مکتبہ حقانیہ ملتان: ج:2، ص:126، 127

CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 6 Issue 8 | August 2026
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published: August 31, 2026

اس طرح مفتی صاحب نے تلبیہ کے مسنون الفاظ اور حالتِ احرام میں تلبید کے حکم کو واضح کرنے کے لیے حدیثِ نبوی اور فقہائے امت کے اقوال کو استدلال کے طور پر پیش کیا ہے۔[78]

رمیِ جمرات کا وقت

مفتی احمد یار خان نعیمی نے رمیِ جمرات کے وقت کے مسئلے کو حدیثِ نبوی اور فقہائے امت کے اقوال کی روشنی میں بیان کیا ہے۔اس سلسلے میں آپ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت نقل کرتے ہیں کہ:

"رسول اللہ ﷺ نے بنی عبدالمطلب کے بچوں کو سواریوں پر بٹھا کر مزدلفہ سے پہلے روانہ کر دیا۔آپ ﷺ ہماری رانوں پر شفقت سے ہاتھ مارتے ہوئے فرماتے تھے: اے بچو! سورج نکلنے سے پہلے جمرے کو کنکریاں نہ مارنا۔[79]"

مفتی صاحب اس مسئلے کی مزید توضیح کے لیے فقہائے امت کے اقوال نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ امام شافعیؒ کے نزدیک نصف شب گزرنے کے بعد رمی کرنا جائز ہے، جب کہ امام اعظم ابو حنیفہؒ اور امام احمد بن حنبلؒ کے نزدیک طلوعِ فجر کے بعد رمی کی جاسکتی ہے۔تاہم امام اعظم ابو حنیفہؒ کے نزدیک مستحب طریقہ یہ ہے کہ سورج طلوع ہونے کے بعد رمی کی جائے۔[80]

اس طرح مفتی صاحب نے رمیِ جمرات کے وقت اور کمزور افراد کو مزدلفہ سے پہلے روانہ کرنے کے مسئلے کو واضح کرنے کے لیے حدیثِ نبوی اور فقہائے امت کے اقوال کو استدلال کے طور پر پیش کیا ہے۔[81]

ہدی کے جانور پر سواری

مفتی احمد یار خان نعیمی نے ہدی کے جانور پر سواری کرنے کے مسئلے کو قرآنِ کریم، حدیثِ نبوی اور فقہائے امت کے اقوال کی روشنی میں بیان کیا ہے۔اس سلسلے میں آپ قرآنِ کریم کی درج ذیل آیت پیش کرتے ہیں:

[78] مرآۃ المناجیح: ج:4، ص:103
[79] مسلم فی الصحیح: کتاب الحج، باب رمی جمرۃ العقبۃ یوم النحر: (2984)3/510
[80] فتح القدیر: ج:2، ص:494، 495
[81] مراۃ المناجیح: ج:4، ص:152

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 6 Issue 8 | August 2026
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published: August 31, 2026

"وَالْبُدْنَ جَعَلْنَاهَا لَكُمْ مِنْ شَعَائِرِ اللهِ"[82]

"اور قربانی کے بڑے جانوروں کو ہم نے تمہارے لیے اللہ کی نشانیوں میں سے قرار دیا ہے۔"

اس کے بعد مفتی صاحب حدیثِ نبوی پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو دیکھا جو ہدی کے اونٹ کو ہانک رہا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

"اس پر سوار ہو جاؤ۔"

اس شخص نے عرض کیا کہ یہ تو ہدی کا جانور ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے دوبارہ فرمایا:

"اس پر سوار ہو جاؤ۔"

جب اس نے پھر یہی عرض کیا تو آپ ﷺ نے دوسری یا تیسری مرتبہ فرمایا:

"تجھ پر افسوس! اس پر سوار ہو جاؤ۔"[83]

مفتی صاحب اس مسئلے کی مزید توضیح کے لیے فقہائے امت کے اقوال نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ امام اعظم ابو حنیفہؒ اور امام شافعیؒ کے نزدیک ہدی کے جانور پر ضرورت کے وقت سواری کرنا جائز ہے، تاہم بلا ضرورت ایسا کرنا مناسب نہیں۔ بعض فقہاء کے نزدیک اس پر سواری اس شرط کے ساتھ جائز ہے کہ اس سے جانور کو نقصان نہ پہنچے اور اس میں ایسا عیب پیدا نہ ہو جو قربانی میں مانع ہو۔[84]

اس طرح مفتی صاحب نے ہدی کے جانور پر سواری کے مسئلے کو واضح کرنے کے لیے قرآنِ کریم، حدیثِ نبوی اور فقہائے امت کے اقوال کو استدلال کے طور پر اختیار کیا ہے۔[85]

حلق و تقصیر

مفتی احمد یار خان نعیمی نے حج اور عمرے کے بعد سر منڈوانے یا بال کتروانے کے مسئلے کو قرآنِ کریم، حدیثِ نبوی اور فقہائے امت کے اقوال کی روشنی میں بیان کیا ہے۔ اس سلسلے میں آپ قرآنِ کریم کی درج ذیل آیت پیش کرتے ہیں:

[82] الحج 22:23
[83] ترمذی: کتاب الحج، باب ما جاء فی تقلید الغنم: 479/1(895)
[84] فتح القدیر: ج:3، ص:165
[85] مرآۃ المناجیح: ج:4، ص:160

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 6 Issue 8 | August 2026
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
August 31, 2026

"مُحَلِّقِينَ رُءُوسَكُمْ وَمُقَصِّرِينَ" [86]

"اپنے سروں کے بال منڈواتے ہوئے اور بال کترواتے ہوئے۔"

اس کے بعد مفتی صاحب حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اور بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حجۃ الوداع کے موقع پر اپنے سر منڈوائے، جب کہ بعض صحابہ نے اپنے بال کتروائے۔[87]

مفتی صاحب اس مسئلے کی مزید تائید کے لیے فقہائے امت کے اقوال نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ حلق، یعنی سر منڈوانا، تقصیر کے مقابلے میں افضل ہے۔ تاہم حلق یا تقصیر کرتے وقت سر کے تمام حصوں کا لحاظ رکھنا چاہیے۔ سر کے بعض حصے کے بال منڈوانے اور بعض حصے کے بال چھوڑ دینے کو قزع کہا جاتا ہے، جس سے احادیث میں ممانعت وارد ہوئی ہے۔

فقہائے احناف کے نزدیک حلق یا تقصیر کے لیے سر کے کم از کم چوتھائی حصے کے بالوں کا منڈوانا یا کتروانا لازم ہے، اگرچہ پورے سر کے بال منڈوانا یا کتروانا افضل اور سنت کے زیادہ موافق ہے۔ امام مالکؒ کے نزدیک پورے سر کا حلق یا تقصیر ضروری ہے۔[88]

اس طرح مفتی صاحب نے حلق و تقصیر کے مسئلے کو واضح کرنے کے لیے فقہی منہج سے استدلال کرتے ہوئے قرآنِ کریم، حدیثِ نبوی اور فقہائے امت کے اقوال کو بنیاد بنایا ہے۔[89]

ماحاصل

اس مطالعہ سے واضح ہوتا ہے کہ مفتی احمد یار خان نعیمی نے مرآۃ المناجیح میں عبادات کے مباحث کی توضیح کے لیے قرآنِ کریم، احادیثِ نبویہ، آثارِ صحابہ، اجماعِ امت اور فقہائے امت کے اقوال کو استدلال کے طور پر اختیار کیا ہے۔ عبادات میں طہارت، نماز، روزہ، زکوۃ، حج اور عمرہ کے مختلف احکام کو قرآن و سنت کی روشنی میں بیان کیا گیا ہے۔ مفتی صاحب نے فقہی اختلافات کو نقل کرتے ہوئے بالخصوص فقہِ حنفی کے موقف کی تائید اور ترجیح پیش کی ہے۔ تاہم دوسرے ائمۂ فقہ کے اقوال بھی علمی دیانت کے ساتھ بیان کیے گئے ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مرآۃ المناجیح کا منہج نقلی، فقہی اور تقابلی نوعیت کا حامل ہے۔ مجموعی طور پر یہ شرح عقائد و عبادات کے مسائل میں قرآن، سنت، آثار اور فقہی اجتہاد کے باہمی ربط کی نمائندگی کرتی ہے۔

[86] الفتح 27:29
[87] مسلم فی الصحیح: کتاب الحج، باب تفضیل الحلق علی التقصیر وجواز التقصیر: (3040)3/538
[88] رد المحتار علی الدر المختار: ج:2، ص:514، 515
[89] مرآۃ المناجیح: ج:4، ص:165

OPEN ACCESS
CC BY